

امیر شریعت لطل اسلام سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا

حضرت امیر شریعتؒ کا وجود مسعود نیز نگی شہوات اور بامعیت صفات و کمالات کے لحاظ سے بلاشبہ اللہ کی ایک نشانی اور دین کیلئے ایک محبت کی حیثیت رکھتا تھا۔ مدتوں اس ببل رسول کے نوا اے سحر انگیز اور نالہائے درد آفریں سے مروہ دون کی سیجائی کا سامان ہوتا رہا ہے گا۔ وہ ابر نیسان بن کر ملت سلمہ کے سر کھے کھیتوں پر برہ سے اور اس کی گرجی چمک سے باطل چکا چوند ہو کر رہ گیا۔ حال ہی میں لاہور سے فرمودات امیر شریعتؒ کے نام سے ایک کتابچہ شائع ہوا ہے جس میں حضرت شاہ صاحبؒ کے کچھ ملفوظات وارشادات جمع کئے گئے ہیں۔ ذیل میں اس کتابچہ سے چیدہ چیدہ ارشادات پیش کئے جا رہے ہیں۔

وہ اکابر جن کی ذات سے عشق و عزیمت کی بنیم روشن اور حق کے لئے وارد رسن کی دنیا آباد تھی۔ اکثر چلے گئے کچھ رخت سفر باندھے چراغ سحری ہیں۔ قحط الرجال کا دور دورہ ہے۔ اور ناموس دین اور غیرت حق کی محفلیں اجڑ رہی ہیں۔ کاش جانے والوں کے درد انگیز نالوں اور درخشندہ کارناموں سے خوابیدہ دلوں کی دبی ہوئی جینگاری بھڑک اٹھے۔ اور دین محمدیؐ کا وہ باغ جو ہر طرف سے مرمر و موم کے نرسے میں ہے، پھر لہلہا اٹھے۔ ”ادارہ“

★ ————— میں ان سؤدوں کا ریوڑ بھی چرانے کو تیار ہوں جو بیش امیر ملیم کی کھیتی کو دیران کرنا چاہیں۔ میں کچھ نہیں چاہتا ایک فقیر ہوں۔ اپنے نانا کی سنت پر مرٹنا چاہتا ہوں۔ اور اگر کچھ چاہتا ہوں تو صرف اس ملک سے انگریزدوں کا انخلہ۔ دو ہی خواہشیں ہیں میری زندگی میں، یہ ملک زاد ہو جائے، یا پھر تختہ دار پر لٹکا دیا جاؤں۔ میں ان علماء حق کا پرچم لئے پھرتا ہوں جو شہداء میں فرنگیوں کی تیغ بے نام کا شکار ہوئے تھے۔ رب ذوالجلال کی قسم مجھے اسکی کچھ پرواہ نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ لوگوں نے پہلے ہی کب کسی سے فروش کے بارے میں اس قدر بازی

سے سوچا ہے، وہ شروع سے تماشائی ہیں۔ اور تماشا دیکھنے کے عادی ہیں۔ اس سرزمین میں مجدد الف ثانیؑ کا سپاہی ہوں۔ شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کا متبع ہوں۔ سید احمد شہید کی غیرت کا نام لیوا ہوں۔ اور شاہ اسماعیلؒ شہید کی جرات کا پانی دیوا ہوں۔ میں ان پانچ مقدمہ ٹائے سازش کی پابہ زنجیر صلہائے امت کے شکر کا ایک خدمتگار ہوں۔ جنہیں حق کی پاداش میں عمر قید اور موت کی سزائیں دی گئیں۔ ہاں ہاں میں انہی کی نشانی ہوں، انہی کی صدائے بازگشت ہوں۔ میری رگوں میں خون نہیں آگ، دھڑہی ہے۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں قاسم نانوتویؒ کا علم کے کر نکلا ہوں۔ میں نے شیخ الہندؒ کے نقش قدم پر چلنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ میں زندگی بھر اسی راہ پر چلتا رہا ہوں، اور چلتا رہوں گا۔ میرا اس کے سوا کوئی توقف نہیں۔ میرا ایک ہی نصب العین ہے۔ اور وہ برطانوی سامراج کی لاش کو کفنانا یا دفنانا۔ ہر شخص اپنا شجرہ نسب رکھتا ہے۔ میرا بھی شجرہ نسب ہے۔ میں سردار نچا کر کے فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں اس خاندان کا فرد ہوں۔

★ میں دنیا میں ایک چیز سے محبت کرتا ہوں۔ اور وہ ہے قرآن مجھے صرف ایک چیز سے نفرت ہے۔ اور وہ ہے انگریز۔ میں سمجھتا ہوں کہ زندگی تجریوں اور مشاہدوں نے میرے ان مد جذبوں میں ہلاکی شدت اور حرارت پیدا کر دی ہے۔ محبت و نفرت کے یہ دو داویے ایسے ہیں کہ جن دماغوں میں ان کا سودا ہو ان کے لئے پابہ زنجیر ہندوستان میں جیلخانہ، زندگی کے سفر کا ایک ایسا مٹھ ہے۔ جہاں کبھی طلب کے خیال سے رکنا پڑتا ہے۔ کبھی فرض کی کشائش سے آتی ہے۔ اور کبھی جستجوئے منزل کا تقاضا پہنچا دیتا ہے۔

★ عقیدہ اور ایمان کی درست بنیادی چیز ہے۔ اگر عقیدہ درست نہیں تو اعمال صالح کی عمارت سر بھٹک کیوں نہ ہو کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر عقیدہ درست ہے تو اعمال صالحہ کی ترقی تروتازگی اور کامل ہونے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اگر اعمال میں کمی ہو تو کمزوری رہنے کے باوجود جڑ سرسبز رہتی ہے۔ یوں سمجھو کہ عقیدہ جڑ ہے۔ تو درخت کے ہر ابرہا ہونے کی امید کی جاسکتی ہے۔ ورنہ بڑے سے بڑا درخت آگ کا ایندھن ہونے کے سوا کسی کام کا نہیں۔ مگر ہمارے بنیاد کمزور رکھی ہے۔ اور عمارت چہار منزلہ عالیشان بنا دی ہے تو برسات کی موسلا دھار بارش میں بنگلے کے اندر صاحب لوگ کانپتے رہیں گے۔ کہ کہیں عمارت زمین پر نہ آ رہے۔ اور اگر بنیاد نچتے ہے۔ اور عمارت معمولی سی ہے کچی دیواریں ہیں۔ مگر اس کے اندر رہنے والا غریب کسان رات کو آرام کی نیند سوئے گا۔

عقیدہ عقد سے مشق ہے۔ عقد کہتے ہیں گرہ باندھنے کو کسی بات پر دل میں مضبوط گرہ باندھ لی، یہی عقیدہ ہے۔ سو رسالت ختم نبوت اور ناموس صحابہ وغیرہ اور ایمانیات پر عقیدہ درست اور مضبوط رکھو اور پھر اللہ تعالیٰ سے حسن اعمال کی دعا مانگو۔

★ ————— قرآن مجید سے متعلق شاہ جیؒ فرمایا کرتے تھے کہ: میں قرآن مجید کے علاوہ کسی دوسری کتاب کو پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ہوں۔ جو کچھ ہے قرآن و سنت میں ہے۔ اور جو کچھ اس کے باہر ہے۔ وہ باطل ہے۔ اور ایک باطل شخص کے مطالعہ کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔ اگر آج دنیا قرآن چھوڑ کر دوسری کتابوں کی طرف نگاہ کر سکتی ہے۔ تو میں کیوں نہ دوسری کتابوں سے روگردانی اور اپنی تمام تر توجہ قرآن پر مرکوز کروں۔ میں تو قرآن کا مبلغ ہوں۔ میری باتوں میں اگر کوئی تاثیر ہے۔ تو وہ صرف قرآن کی وجہ سے ہے۔ جو چیز مجھے قرآن سے الگ کرے اسے الگ لگا دوں۔ ۱۹۵۰ء کی بات ہے کہ مجلس احرار اسلام کی آل پاکستان کانفرنس منعقد ہوئی تو اس میں شاہ جیؒ نے فرمایا: آج قاضی احسان احمد نے مجھے روس کی چھپی ہوئی کتاب دکھائی جس کا نام شاید اسٹالن ہے۔ اور اس کی کتابت و طباعت کی دلفریبیوں اور دلکشیوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ان اوصاف کے باوجود اس کی قیمت بارہ آنے ہے۔ میں کہتا ہوں کوئی کمال نہیں اسٹالن کی اپنی حکومت اپنی سیاست اپنا قلم اپنا کاغذ اپنا پریس اپنے ملازم و کارندے غرضیکہ اس سلسلہ کے تمام ساز و سامان اسے جیتا ہیں۔ وہ جو چیز جس طرح چاہے شائع کر سکتا ہے۔ اسے تو یہ کتاب دنیا کو مفت تقسیم کرنی چاہیے۔ اسٹالن کا یہ کوئی کمال نہیں، کمال اور خوبی ملاحظہ کرنی ہو تو قرآن پاک کی تاریخ ملاحظہ فرمادیں۔ دہاں نہ قلم نہ دواست نہ کاغذ نہ پریس نہ عملہ نہ حکومت اور نہ ہی دنیاوی ساز و سامان جس کے بل بوتے پر قرآن کی اشاعت کا اہتمام کیا جاسکے لیکن کمال ملاحظہ ہو کہ آج قرآن مجید کے عددوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ میں دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ قرآن مجید کے مقابلہ میں کوئی ایسی کتاب لائے جو آج تک اس سے زیادہ اشاعت پذیر ہوئی ہو اور اس سے زیادہ انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہو۔ شاہ جیؒ فرمایا کرتے تھے: اللہ کی کتاب کی بلاغت کے صدقے جانیے خود بخود ہی ہے کہ میں محمد پر آمادی گئی ہوں۔ بابو اسکی قسمیں نہ کھایا کرو۔ اسکو پڑھا کرو۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی طرح نہ سہی اقبالؒ کی طرح ہی پڑھا کرو۔ دیکھا اس نے قرآن کو ڈوب کر پڑھا تو مغرب کی دانش پر ہلہ بول دیا۔ پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دکھایا ہی نہیں۔ وہ تمہارے تکرار میں اللہ اکبر کی صدا ہیں۔

★ — فرمایا کہ صحابہ جمع ہے صاحب کی۔ صاحب کا معنی ہے ساتھی، اور قرآن پاک میں اذیقولہ لصاحبہ میں صراحۃً حضرت ابوبکر صدیق کو آپ کا صاحب اور ساتھی فرمایا گیا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی فضیلت ہو سکتی ہے، جو ابتدا سے ساتھ رہے۔ سفر میں ساتھ رہے۔ حضر میں ساتھ رہے۔ اندر ساتھ رہے۔ جی کہ گنبد خضراء میں بھی ساتھ ہیں۔ یہی صحابہ تو کمائی تھے حضور صلعم کی۔ ان پر نکیر حضور پر بد اعتمادی اور ان کا اعتراف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اعتراف ہے۔

★ — جلسہ میں ایک بریلوی خیال کے بزرگ تشریف فرما تھے۔ حضرت شاہ صاحب نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ ہمارے بزرگ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں جناب کہیں آیا کرتے ہوں گے۔ مگر پاکستان تو نہیں آسکتے۔ ایسی جگہ کون شخص آپنا پسند کرے گا۔ جہاں اسکی بیویوں پر طعن کیا جائے۔ اس کے رفیقوں کو گالیاں دی جائیں اور اس کے سسرال کو برائی سے یاد کیا جائے۔ اور خود اس کی ناموس پر حملہ کیا جائے۔ اس پر سب نے تحسین و آفرین کی۔

★ — تم میرے بارہ میں جو چاہو سوچو مسلمانوں کا یہ شعار ہو گیا ہے۔ کہ وہ برائیاں عقاب کی آنکھ سے چنتے اور صبا کی رفتار سے پکڑتے ہیں۔ کبھی کبھی نیکوں پر بھی نگاہ ڈال لیا کرو۔ تمہاری نظریں اس سے خوبصورت ہوتی چلی جائیں گی۔

★ — شاہ جی عام طوع پر فرمایا کرتے تھے: نصف صدی اس ملک کے چپے چپے پر پھرا ہوں۔ میری قوم کی نفسانیت یہ ہے کہ یہ ڈنڈے والے کے آگے اور دولت والے کے پیچھے بھاگتی ہے۔

★ — امر وہ ہیں ایک عظیم الشان جلسہ میں حضرت شاہ صاحب کی تقریر ہوئی تھی۔ جنگ آزادی میں احرار کا تعاون کانگریس سے تھا۔ مسلم لیگ نے تازہ بہ تازہ پاکستان کی تحریک پیش کی جس پر مسلم لیگ کی قیادت غلطی سختی سے ڈٹی ہوئی تھی۔ دوسری طرف گاندھی جی نے کہہ دیا تھا۔ ملک کی تقسیم گنڈا ماتا کی بوٹیاں تقسیم کرنی ہیں۔ آزادی پسند مسلمانوں کو غدر شہ تھا۔ کہ فریقین ہر طرح ڈٹے رہے تو انگریز کی پانچوں انگلیاں گھمی میں ہوں گی۔ اس کا تو اصول ہی یہ تھا۔ (ڈیوائنڈ اینڈ رول) بڑا ڈ اور حکومت کرو۔ ممکن ہے اس سے فرنگی کی غلامی کی عمر دلد ہو جائے۔ بہر حال جمعیت علماء ہند پنجاب کی مجلس احرار اور سرحد کی سرخپوش جماعت نے، اور سندھ و بلوچستان کی اور بعض دوسری جماعتوں نے لیگ کے مطالبہ کے مقابلہ میں کانگریس کا ساتھ چھوڑنا خطرات سے خالی نہ

سمجھا ان کی آزادی میں وطن کی قیمت ہر دوسری چیز سے زیادہ تھی۔ ان کے سامنے آزادی وطن کے اندر عالم اسلام کی آزادی پنہاں تھی۔ لیکن مسلمانوں کی رائے عامہ دن بدن مسلم لیگ کے حق میں ڈھلتی رہی۔ تنگ نظر ہندوؤں اور اقتدار طلب طور سے مسلمانوں کو پسینے والے بنیوں کا طرز عمل مسلم لیگ کے نظریہ کو کامیاب بناتا رہا تھا۔ اسی وجہ سے انگریز کے خلاف پروپیگنڈے سے زیادہ ہندوؤں کے خلاف پروپیگنڈے کا اثر مسلم عوام پر پڑتا جا رہا تھا۔ رام لیلا کے جلوسوں اور مسجد کے سامنے باجہ بنانے پر ہندو مسلم فسادات کی وجہ سے مسلمان ہندوؤں کے خلاف مشتعل بھی جلد ہی ہوتے تھے۔ بہر حال غالب مسلم رائے مسلم لیگ کے حق میں ہو گئی تھی۔ مخالفت کے اس طوفان کے زمانہ میں امر وہم میں جلسہ تھا، ہزاروں مسلمان حضرت شاہ صاحب کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ مخلوق خدا جمع ہے۔ مجمع بے انتہا مشتعل ہے۔ اس مشتعل مجمع میں کسی نے ایک اشتہار بھی تقسیم کر دیا۔ جس میں حضرت شاہ صاحب پر یہ بہتان باندھا گیا تھا کہ علماء کی پگڈیروں سے گاندھی کی ٹکڑی کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ اس اشتہار نے جلتی پر تیل کا کام کیا، اشتعال اور زیادہ ہو گیا۔ حضرت شاہ صاحب اسٹیج پر آئے۔ اتنے میں وعدہ مجمع میں سے ایک شخص نے آواز دی پکڑ کر قتل کر دو۔ حضرت شاہ صاحب نے نہایت سکون و اطمینان سے فرمایا کہ یہ کہنے والا شراب پی کر آیا ہے۔ لوگوں نے اسکو سونگھا واقعی شراب کی بو تھی۔ یکا یک امیر شریعت زندہ باد کے نعرے لگنے شروع ہو گئے۔ اور پھر شاہ جی نے جو کہنا تھا کہا۔ حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے کہ عمر بھر میں یہ دو مواقع ایسے پیش آئے ہیں۔ کہ میں حیران تھا کہ کہوں اور کیا نہ کہوں۔ ایک تو یہی امر وہم کا واقعہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے غیبی مدد فرمائی۔ شاہ جی کی گرفتاری کے وارنٹ نکل چکے تھے۔ پولیس آپ کے تعاقب میں تھی کہ آپ نے امر وہم میں تقریر کر ڈالی اور پھر دہلی جانے کے لئے ٹرین پر سوار ہو گئے۔ سی آئی ڈی آپ کے ساتھ سائے کی طرح لگی ہوئی تھی۔ جب گاڑی غازی آباد کے اسٹیشن پر پہنچی تو چیک کرنے آکر آپ کا ٹکٹ چیک کیا اور چلتا بنا۔ آپ نے "من خوب می شناسم" کہا اور وہاں اتر گئے۔

★ علی گڑھ کا اسٹیج حریت پسندوں اور انگریز دشمن افراد کے لئے نہ تو سازگار ہی تھا اور نہ اس نوع کے افراد کو اس اسٹیج سے خطاب کرنے کا موقعہ تھا۔ عموماً مسلم لیگی لیڈر ہی یہاں جلوہ افروز ہوتے تھے۔ لیکن یونیورسٹی کی مہذب فضا کہنے مشق مقررہوں پر بھی فقرے چست کر کے ان کی تقریروں کو ناکام بنا ڈالتی تھی۔ ایک بار جب شاہ جی کو بھی اس اسٹیج سے تقریر کرنے

کی دعوت دی گئی تو لوگوں میں چہرے گونیاں مشرور ہو گئیں۔ اور مشورے بھی دئے جانے لگے کہ شاہ جی ذرا سنبھل کر بولنا: چنانچہ شاہ جی اپنی خطیبانہ شان کے سیخ علی گڑھ یونیورسٹی پر آئے۔ خطبہ سنو نہ پڑھا اور فوراً یوں مخاطب ہوئے: "جب میں یورپی کی سر زمین میں پہنچا تو میں نے اکثر لوگ ایسے دیکھے جو کالی اچکن اور سفید پا جاے پہنے ہوئے تھے۔ مگر سڑوں پر انگریزی ٹیپی ہیٹ اور محلوں میں نکٹائیاں لٹک رہی تھیں۔ تو میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں غاصب یورپ کی سر زمین میں پھر رہا ہوں۔ یا کہ غلامی کی زنجیروں سے گلو خلاصی حاصل کر نیوالوں کی سر زمین میں آیا ہوں۔ تو یکایک میرے ذہن نے میری بادی کرتے ہوئے بتایا کہ ان کے جسم تو آوازی کے پرستاروں میں پلے ہیں۔ لیکن اذہان یورپ کے لطف و کرم کا نتیجہ ہیں۔"

★ ————— آفا شورش کشمیری نے عرض کیا "شاہ جی! زمانہ بہت بڑھ چکا ہے۔ اپنے بچوں کو انگریزی مدرسوں میں داخلہ لے دیں۔ انگریزی کے بغیر تعلیم مکمل نہیں ہوتی، زمانے کا تقاضا ہے۔" فرمایا بابا مجھے معاف رکھو میں اس زمانہ کا آدمی نہیں تم مجھے محمد قاسم نانوتویؒ اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن زیدی کی روحوں سے بغاوت کرنے کی ترغیب دیتے ہو۔؟ یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہارے بچے مر جائیں یا اپنے ہاتھوں بچوں کو قتل کر دو۔ پھر لعنت بر پدر فرنگ کا قلندرانہ نعرہ لگایا۔ بعض اوقات تو موڑ میں آکر یہ نعرہ اس زور سے بلند کرتے تھے کہ وہ دیوار گوخی اٹھتے۔

★ ————— احباب کے درمیان شاہ جی بیٹھے ہوئے تھے موضوع سخن سائنس کی ترقی کا تھا۔ ایک دوست نے کہا شاہ جی سنا ہے روس کی کتیا واپس آگئی ہے۔ شاہ جی نے فرمایا کہ "بھائی شکر کرو کہ تمہاری عزت و ناموس وہ گئی مدد نہ دی والی مخلوق کو یہی گمان ہوتا کہ نیچے ایسی ہی مخلوق بستی ہے۔"

★ ————— شاہ جی نے ایک دفعہ اسلامی نظام کی خوبیوں میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ "بعض معترض ہیں کہ آج کل اسلامی نظام فٹ نہیں بیٹھا۔ ایک مثال پیش کی کہ ایک ماہر دزدی نے جسم کے اعضاء اور تناسب کا لحاظ رکھتے ہوئے قمیض تیار کی، پہننے والے کو فٹ آگئی بعد میں اسے تشنچ ہو گیا، اعضاء کا تناسب جاتا رہا۔ ایک ہاتھ آگے کو لمبا ہو کر اڑ گیا دوسرا پیٹھ کی طرف مڑ گیا۔ ایک ٹانگ ٹیڑھی اور دوسری چھوٹی ہو گئی، پیٹھ کپڑی اور چھاتی اندر کو گھس گئی۔ ان حالات میں وہ قمیض میں عیب ڈھونڈتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ فٹ نہیں۔ اور پھر دزدی پر بھی معترض ہے کہ اس نے صبح نہیں بنائی۔ اب آپ ہی بتائیں کہ قمیض فٹ نہیں کہ یہ منحوس خدا ان فٹ ہو گیا ہے۔ تمہارے منہ

کا ذائقہ صغریٰ بخاری سے تلخ ہو چکا ہے۔ تم کو میٹھی چیز بھی کڑوی لگتی ہے۔ یہ دوا اور غذا کا قصور نہیں تمہارے منہ کے ذائقہ کی خرابی ہے۔ انسان اپنی فطرت کے مطابق رہنا اور جینا چاہیے، تو اسلام سے بہتر کوئی نظام حکومت اور ہدایت نامہ نہیں ہو سکتا۔

☆ ————— اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء نے کہا شاہ جی کالج میں ڈاڑھی رکھ کر جانا مشکل ہے۔ فرمایا ہاں بھائی اسلامیہ کالج میں مشکل ہے۔ خالصہ کالج میں آسان ہے۔

☆ ————— شاہ جی فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے ہاں نوجوانوں کا عجیب مزاج ہو گیا ہے۔ بلکہ فطرت ————— بورڈ کا میٹرک فیل ہوتا ہے بانٹن کینی میں سلیمن مین ہوجاتا ہے۔ یاسی آئی ڈی کے ملازمہ مقدسین کا انعام مین کرنا پتا پھرتا ہے۔

☆ ————— ایک بار ارباب حکومت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہم پر اعتماد کرو۔ اختلاف کا زمانہ گزر گیا ہے۔ اب اعتماد کے بغیر کام نہ چلے گا۔ مجھے اپنی بیوی پر اعتماد ہے کس اطمینان سے اسے گھر چھوڑ کر یہاں آگیا ہوں یہ جو اپنی بیویوں کو اپنی بغلوں میں دبا لے مال روڈ پر ساتھ پھرا رہے ہیں۔ ان کو اعتماد نہیں ہے۔ سارا جلسہ زعفران زار بن گیا۔

☆ ————— شیطان نے کتنی جرات کا ثبوت دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو نہیں مانا اور آخر تک نہیں مانا ابدی لعنت کو قبول کیا۔ مگر منافقت نہ کی۔ اگر اسکو ہم مشورہ دیتے کہ کم نجات نہیں ماننا آدم کو دل سے نہ سہی ظاہر تو سجدہ کر دے۔ مقابلہ کر کے کیوں جہنمی بنتا ہے وہ کیا کہتا یہی تو جواب دیتا کہ جہنم منظور ہے۔ مگر منافقت نہیں ہو سکتی اگر وہ باطل کے لئے اتنی صلاحیت و استقامت کا ثبوت دے تو ہم حق کے لئے کیوں نہ دیں۔

☆ ————— ایک دفعہ شاہ جی اور شیر سرمد مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہ بالا کو سٹ شاہ اسماعیل شہید کے مراد پر حاضر ہوئے تو شاہ جی نے غمگین ہو کر اور حسرت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ عدت پیدا ہوئے عالم پیدا ہوئے اولیاء آئے مگر اسماعیل شہید نہ پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔

☆ ————— میں نے سوچا کیا اللہ اور اس کے رسول کے لئے کیا۔ مجھے ایک لمحہ کیلئے بھی اپنی کسی حرکت پر ندامت نہیں، میرا دماغ غلطی کر سکتا ہے۔ لیکن میرے دل نے کبھی غلطی نہیں کی، مجھ سے زیادہ وفاداری کا ثبوت مانگنے والے پہلے اللہ اور اس کے رسول کو وفاداری کا ثبوت دیں۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں جو انسانی ضمیر کی سونگاری کرتے ہیں۔ میں اس شخص کو دھوپ پھاؤں کی ادلاؤ سمجھتا ہوں جو قوم کو بیچتا پھرتا، ملک سے غداری کرتا اور جس ہتھیا میں کھاتا ہے۔ اسی میں پھید

ڈالتا ہے۔ میں نے صرف ایک اللہ کے سامنے جھکنا سیکھا ہے۔ میں ان لوگوں کا وارث نہیں جنہوں نے درباروں کی دہلیزیں چاٹی ہیں۔ میں ان کا وارث ہوں جو شہادت کے رستے میں مردوں کو پھیلی پر لٹے پھرتے ہیں۔

★ ————— ایک ہے قوم کی نمائندگی اور وہ بہت سہل ہے۔ قوم جو چاہے بد ہو جائے اسی طرف سے چلو تم آگے ہو جاؤ یہ نہ دیکھو کہ خیر کی طرف جا رہی ہے یا شر کی طرف وہ تمہارے پیچھے ہو جائے گی۔ اور زندہ باد کے نعرے ہوں گے۔ یہ بہت آسان ہے مگر خیانت ہے۔ اور ایک ہے قوم کی رہنمائی جس طرف خیر ہو اور قوم کا منہ شر سے ہٹا کر اس طرف پھیرنا یہ بہت مشکل کام اس میں مردہ باد کے نعرے بھی سننے پڑتے ہیں۔ کیونکہ اس میں یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ خیر کیا ہے اور شر کیا ہے۔ اور اگر قوم شر کی طرف جا رہی ہے تو وہاں سے ہٹا کر خیر کی طرف موڑنا ہے۔ ہم لوگ رہنمائی کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے مخالفت بھی بھیجینی پڑتی ہے۔

★ ————— شاہ جیؒ نے فرمایا (بجوالہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب بترہ حجة الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ) علماء اسلام کی پولیس میں ان کا فرض ہے کہ قانون کا احترام کریں۔ اہل حال بزرگوں کو جو کچھ کہنا ہے، اپنے تک محدود رکھیں اگر وہ کھلم کھلا قانون اسلام کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے تو ہم انہیں پکڑ لیں گے۔ خواہ وہ عدالت میں چھوڑ ہی جائیں۔

★ ————— معمار کا کام عمارت بنا دینا ہے۔ عمارت بنانے کے بعد وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ پھر اس عمارت میں بسنے والوں پر اسکی حفاظت اور دیکھ بھال کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔ یوں سمجھو کہ معماروں نے گھر بنایا، عمارت کھڑی کر دی کچھ دروازے اور الماریاں باقی تھیں، لپاٹی بھی ادھوری تھی کہ اتنے میں ہنگامہ برپا ہو گیا کہ جلدی کرو مکان خالی کرو بیگمات آگئیں معماروں نے جلدی سے اوزار ہتھیار سنبھالے اور اپنی راہ لی۔ بیگمات عمارت میں گھس تو گئیں مگر کمروں الماریوں اور دوسری ضروریات کی تقسیم میں گتھم گتھا ہو گئیں ایک دوسرے کے بال نہ چنے لگیں۔ وہ خود برپا ہوا کہ خدا کی پناہ۔ وہی حال ہمارے ملک کا ہے۔ ہم نے انگریزوں کو نکالا اہل ملک کے لئے عمارت کھڑی کر دی ہم نے بنگلوں میں نہیں رہنا تھا۔ ہم تو معمار کی طرح قوم کے مزدور تھے۔ مگر بیگمات نے آنے میں جلدی کی ورنہ یوں بڑتیوں میں دال نہ ہوتی۔

★ ————— شاہ جیؒ اپنے اکابر کی طرح انگریز کی دھوکہ دیاں باز نظرت کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے انگریز کی فطرت کا خیر سانپ کے زہر سے اٹھایا گیا ہے۔ اور اپنی غذا کے لئے

اسے انسانی فحش کی جو چاٹ پڑی ہوئی ہے، بڑی مشکل سے چھوٹے گی۔

★ ————— شاہ جی فرمایا کرتے تھے کہ ہندو قوم مسلمانوں کا کیا مقابلہ کرے گی جس کا خدا (گائے) مسلمانوں کی غذا ہے۔

★ ————— مولانا قاضی عبدالکریم امیر جمعیتہ العلماء اسلام کلاچی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم چند ساتھی شاہ جی کی بیماری کے ایام میں دولت خانہ پر حاضر ہوئے تو احقر کے عرض کرنے پر کہ مزاج کیسے ہیں فرمایا، بھائی اب تو خدا کا فضل ہے۔ فلاں سنہ میں تکلیف زیادہ تھی۔ دن میں پچاس پچاس ادد ساتھ ساتھ دفعہ پیشاب آتا تھا۔ بس یوں سمجھئے کہ بنی بننے بنتے رہ گیا۔ سو دفعہ روزانہ سے کم پیشاب کرنے والا آج کل بنی نہیں ہو سکتا۔

★ ————— ایک دفعہ شاہ جی دعا مانگ رہے تھے کہ دروازہ پر مانگنے والے نے صدا دی تو اپنے خالق حقیقی سے مخاطب ہو گئے کہا کہ میں تیرا سائل ہوں ادد یہ تیرے بندے کا سائل ہے۔

★ ————— شاہ جی خیر الدلائل جالندھر کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے کہ ایک بھنگی صفائی کے لئے آیا۔ آپ اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے۔ بھنگی کو بلایا اور اس کے ہاتھ دھلائے پھر اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھایا ادد اسے کھنے لگے کہ میرے ساتھ کھانا کھاؤ اس غریب پر کبھی طاسی ہو گئی۔ تھر تھر کانپنے لگا۔ اور پیچھے سرکتے ہوئے عرض کی حضرت میں چوڑھا ہوں۔

شاہ جی نے محبت سے فرمایا: تو کیا چٹھا انسان نہیں ہوتا؟ بھائی تم میری طرح انسان ہو آؤ دل کر کھانا کھائیں۔ یہ فرما کر آپ نے پانی کا ایک گلاس اس بھنگی کی طرف بڑھاتے ہوئے حکم دیا کہ لو پیو۔ اس نے دو چار گھونٹ چئے، آپ نے اس کا بچا ہوا پانی خود نوش فرمایا۔ اب بھنگی کا احساس بیدار ہو چکا تھا۔ ادد وہ احساس کمتری جو ورثہ سے چلا آرہا تھا، اس کا طلسم باطل ایک سید کے ہاتھوں ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے اندر تبدیلی محسوس کی ادد شاہ جی کے ساتھ کھانے میں مصروف ہو گیا۔

شاہ جی کا اخلاص ادد تلہبیت کام کر گئی۔ بھنگی کی کائنات میں زلزلہ آ گیا۔ اسکی زندگی بدل گئی۔ ایک سید نے اپنے کردار سے اسے ایک روشن موڑ عطا کر دیا۔ چنانچہ وہ اس خوشی سے گھر جاتا ہے ادد اپنی بیوی کو یہ واقعہ سنا ڈالتا ہے۔ بیوی بھی خوشی سے پھولی نہ سگاتی اور کہنے لگی کہ جس دین کے ماننے والوں کا یہ حسن کردار ہے۔ اس کو کیوں نہ قبول کیا جائے۔ شام کو وہی نوجوان جو نسلی عیسائی تھا، اپنی بیوی کے ساتھ بخاری کی قیامگاہ پر حاضر ہوا ادد ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ شاہ جی یہ میری بیوی ہے اللہ کے لئے ہم دونوں کو کلمہ پڑھا کر دعا فرمائیجئے۔ دوسرے ہی لمحہ یہ خوش قسمت

جوڑا اسلام کی نعمت سے سرفراز ہو چکا تھا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں میں
وہ انسانوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔

☆ ————— شاہ جی کا عقیدہ تھا کہ قدرت کبھی معاف نہیں کرتی۔ اللہ کے ہاں دیر ہے
اندھیر نہیں۔ ان کی آنکھیں بہت کچھ دیکھ چکی تھیں۔ اور بہت کچھ دیکھ رہی تھیں۔ فرماتے برہنہ گفتن
کا موقع نہیں وہ نہ جو کچھ جہد آزادی کے وعدے میں ہوتا رہا۔ اور برطانوی سرکار نے خود کا شتہ خاندانوں
کے لئے جو کچھ کیا یا ان خاندانوں نے برطانوی سرکار کے لئے جو کیا وہ روادار تھی تلخ ہے۔ کہ
نرش و فرش کانپ اٹھتے ہیں —————

☆ ————— میں ہر شخص کو اپنا دوست سمجھتا ہوں الا فرزند ان سلطنت برطانیہ اور
نعم نبوت جو ان کا ساتھی ہے میرا ساتھی نہیں جو میرا ساتھی ہے ان کا ساتھی ہو ممکن نہیں۔
عیب بینی میری فطرت کے خلاف ہے۔ جو لوگ دوسروں کے عیب تلاش کرتے ہیں، وہ اپنا ایمان
ضائع کرتے ہیں۔ میں بدترین دشمن کے بارے میں بھی سوچا گناہ سمجھتا ہوں۔ کہ اس کے ننگ و ناموس
پر حملہ کیا جاوے۔ پارسا کے میموں کی رسوائی ہو میں دعا دے سکتا ہوں۔ اور دعا دیتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ
گمراہوں کو راہ راست پر لائے۔ اور جو حقیقت کی آموگیوں سے دوچار ہیں۔ ان کا خاتمہ ایمان پر ہو۔
رب کعبہ کی قسم میرے دل میں کسی شخص کے لئے ذاتی انتقام کا شائبہ بھی نہیں ہے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ (عربی)

— از علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ —

جلد اولے طبع ہو چکے ہے

کاغذ کرناغلی آرٹ پیپر سفید۔ طباعت بہترین ٹائپ۔ صفحات ۳۷۰
سائز ۷۰x۳۰ ۲۰/۲۰ روپے۔ جلد چرمی ۲۳/۲۳ روپے علاوہ محصول

نوٹ: جلد شافعی زیر طبع ہے

ملنے کا پتہ: مکتبہ امدادیہ ملتان۔ (مغربی پاکستان)۔